معیشت میں جدیدیت وروایت کی کشمکش

اسلامی بینکاری محض سودی بینکاری ہے

سود کی ممانعت کا جواز:

اسلامی نظریے سے تعلق رکھنے والے تمام مکاتب فکر اس بات سے کلی طور پر متفق ہیں کہ ''ربا'' کی تعریف سود کی ہر تشریح پر منطبق ہوتی ہے۔ اگرچہ ''ربا'' کے لفظی معنی سود یا اضافے کے ہیں مگر اسلامی شریعت میں سودخوری کا مطلب ''ناجائز اضافہ'' یا ممنوع اور حرام اضافہ ہے۔ اسلامی شریعت کے تناظر میں سود کے دو وسیع مفاہیم نکلتے ہیں؛ پہلی تشریح کا تعلق قرضہ جات سے ہے جبکہ دوسری کا تعلق مختلف کرنسیوں کے درمیان تجارت یا مخصوص حالات میں مختلف اشیاء کی تجارت سے ہے۔ دونوں اقسام کی سودخوری جدید بنکاری نظام میں موجود ہیں۔ اس کی پہلی شکل اس نظام میں خالص سود ہی کی صورت میں موجود ہے جبکہ سود کی دوسری شکل غیر ملکی کرنسیوں اور اشیائے صرف کی Forward Basis پر خرید وفروخت کے دوران ظاہر ہوتی ہے۔ [عموماً لوگ اس شکل کو سود کے بجائے خالص کاروبار یا تجارت سمجھتے ہیں]۔

صرف ۳ ۲۰۰ء فی صد کھاتے دار قرض لیتے ہیں:

بینکاری نظام صرف امیروں کو فائدہ پہنچاتا ہے:

سود کی ممانعت کے حوالے سے پیش کیے گئے دلائل مضبوط اور واضح ہیں بنک سے لیے جانے والے پہلے سے طے شدہ سود کی پابندی تاجر کی حوصلہ شکنی کا سبب بنتی ہے۔ بغیر کسی خطرے کے منافع کمانے کے امکانات بنکاری نظام میں risk capital کی رسد کا خاتمہ کردیتے ہیں یہ پیداوار کے عمل پر بھی اثر انداز ہوتا ہے سود پر مبنی بنکاری عدم استحکام پیدا کرتی ہے۔ اور افراط زر کی خصوصیت اس کے وجود میں پنہاں ہوتی ہے۔ اور کیوں کہ اس میں شامل دولت پیداواری عمل میں براہ راست شامل نہیں ہوتی لہٰذا سودی بینکاری کے نظام کا ڈھانچہ سماجی انصاف کے نظام کے خلاف عوامل پر انحصار کرتا ہے۔ اس نظام کے تحت وسائل پر منافع کے حصہ کا تعین کا طریقہ پیداواری صلاحیت پر نہیں ہوتا بلکہ تحفظ پر ہوتا ہے۔ اس میں تمام تر کشش ان لوگوں کی طرف ہوتی ہے جن کا معاشی پس منظر

مضبوط اور طاقتور ہو بجائے ان کے جو زیادہ فعال اور کاروباری ہوں۔ تقسیمی انصاف(distributive justice) کے نقطۂ نظر سے بھی سودی نظام نقصان دہ ہوتا ہے۔ ایک طرف یہ تاجر کو سرمایہ فراہم کرنے والے کو منافع دینے کا پابند کرتا ہے یہاں تک کہ اگر تاجر خسارے میں بھی جا رہا ہو دوسری طرف یہ سرمایہ فراہم کرنے والے کو اس کی رقم پر جائز منافع ادا کرنے پر پابندی عائد کرتا ہے۔ جبکہ سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والے منافع کی شرح موجودہ شرح سود سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ نظام صرف امیروں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ پاکستان میں بینکوں کے کھاتے داروں کی تعداد دو کروڑ سے زیادہ ہے لیکن قرضہ لینے والے کھاتے داروں کی تعداد صرف ۳۰۰۰۰ء۰ فیصد ہے یعنی کھاتے داروں کے سرمایہ سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے۔

اسلامی دنیا میں مالیاتی مارکیٹ کا تصور کبھی نہیں رہا:

اسلام [اور عیسائیت] میں سود کی ممانعت اس بنیاد پر ہے کہ رقم کوئی جائیداد نہیں ہے اور اس کی تجارت جائز نہیں ہے۔ استعماری نظام کے قبضے سے پہلے اسلامی دنیا میں مالیاتی مارکیٹ [Financial Market] کی کوئی مثال موجود نہیں تھی۔ ایک اسلامی معاشی نظام کے قیام کے لیے مالیاتی مارکیٹ کا انہدام، رقم کی صورت میں تجارت کی ممانعت اور مالیاتی اداروں کی تنظیم نو ضروری ہے۔ اسلام سے قبل عیسائیت اور اس سے پہلے کے تمام مذاہب اور تہذیبیں مارکیٹ کے تصور سے خالی ہیں عموماً مارکیٹ کو بازار اور منڈی کا نیا متبادل سمجھا جاتا ہے جو غلط ہے، مارکیٹ ایک خالص مغربی تصور اور خالص مغربی اصطلاح ہے جو سود کے بغیر کام نہیں کرسکتی لہٰذا اسے بازار یا منڈی پر قیاس کرنا مغربی فلسفے اور مغربی معاشیات سے ناواقفیت کا شاخسانہ سمجھا جاسکتا ہے۔

سرمایہ داری کے خاتمے کے بغیر غیر سودی بینکاری محال ہے:

سود سرمایہ دارانہ نظام کی روح ہے سرمایہ دارانہ نظام کو ختم کیے بغیر اس کو ختم کرنا ناممکن ہے۔ [جب تک سرمایہ دارانہ زری مالیاتی اور معیشتی حکمت عملی ریاستی سطح پر رائج ہے سرمایہ دارانہ ادارے مثلاً مارکیٹ اسٹاک ایکسچینج منی مارکیٹ اوپن مارکیٹ کام کررہے ہیں۔ ان کی موجودگی میں اسلامی معیشت اور اسلامی بینکاری کبھی برگ و بار نہیں لاسکتے ان کا نام یقیناً اسلامی ہوسکتا ہے لیکن عملاً یہ سودی معیشت اور سودی بینکاری ہے لہٰذا سعودی عرب سے لے کر ایران تک اس وقت معیشت سرمایہ دارانہ ہے لہٰذا اصلاً معیشت کے تمام ادارے سودی ادارے ہیں لیکن ان کے نام اسلامی رکھے جارہے ہیں۔] یہ بات اس وقت بالکل واضح ہوکر سامنے آتی ہے جب ہم پختہ سرمایہ دارانہ معیشت کا دولت کی تخلیق کے عمل میں جائزہ لیتے ہیں۔

بینکاری نظام صرف محفوظ قرضوں پر بھروسہ کرتا ہے:

محفوظ قرضے سود پر ہی چلتے ہیں:

Post Bretton Wood فکر کی بنیادی خصوصیات میں بنکوں کے قرضہ جات کو بنکاری کے نظام کے ذریعے اس نظام کے اندر رہتے ہوئے سرمائے کی تخلیق کے عمل کو بین الاقوامی طور پر تحلیل یا سیال

پذیر Liquidate کرنا ہے۔ ہر نیا قرضہ بنکاری نظام میں ایک نئے کھاتے deposit کی تخلیق کا سبب بنتا ہے۔ مالیاتی نظام مکمل طور پر قرض دہی (lending) اور قرض یا ساکھ credit کے نظام پر چل رہا ہے بنکاری کے نظام میں ہم خاص طور پر قرضہ debt کے عمل کے لیے دولت تخلیق کرتے ہیں۔ جدید قرضہ جاتی عمل حقیقی طور پر افراد، تخلیق، صنعتوں اور قوموں کے درمیان رقم کے لین دین کا نام نہیں ہے بلکہ یہ بینک کا قومی اور بین الاقوامی مالیاتی ذخیرہ تخلیق یا فراہم کرنے کا براہِ راست عمل ہے۔ رقم کی سب سے زیادہ استعمال کی جانے والی شکل بنکوں کے قرضوں کا کاروبار ہے جو کہ قرضوں کو منجمد کرتا ہے۔ یہ نظام بنکوں کے قرضوں اور دولت کے درمیان ایک تعلق پیدا کرتا ہے اسی اصول پر موجودہ بنکاری کے نظام کا ڈھانچہ قائم ہے۔ لہٰذا بنکاری کے اس نظام کو ''اسلامی'' کا نام دے کر اسے درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیوں کہ یہ نظام کلی طور پر قرضوں پر بھروسہ کرتا ہے جو کہ سود کو فروغ دیتا ہے سود کی دنیا کے تمام الہامی مذاہب مثلاً اسلام، عیسائیت اور یہودیت تینوں میں ممانعت کی گئی ہے۔

رقم اور قرضہ کے درمیان تعلق کو جانچنے کے لیے ہم سب سے پہلے پاکستان کے حوالے سے یہاں موجودہ مالیاتی نظام کا جائزہ لیں گے جو کہ دولت کی تخلیق کے عمل میں کارفرما ہے۔ سکوں اور کرنسی نوٹوں کی شکل میں رقم کا جاری کرنا کسی بھی ریاست کا بنیادی حق ہے پاکستان میں مرکزی حکومت کی ضمانت پر اسٹیٹ بینک آف پاکستان رقم جاری کرتا ہے۔

بنک سے نوٹوں کا اجراء بینک دولت پاکستان SBP کا شعبہ کرتا ہے...... جاری کیے جانے والے نوٹوں کو SBP کے Issue department کے واجبات کے طور پر دیکھا جاتا ہے اور اس سے قبل اس بات کی یقین دہانی کرلی جاتی ہے کہ نوٹ جاری کرنے والا شعبے کی بیلنس شیٹ اس کی ملکیت سے مطابقت رکھتی ہو۔ ملکیت کو ان اشیاء کے تحت دیکھا جاتا ہے۔

۱۔ سونے کے سکّے، سونے کا ذخیرہ ۲۔ چاندی کا ذخیرہ ۳۔ آئی ایم ایف کے ایس ڈی آر ۴۔ تسلیم شدہ غیر ملکی رقوم کے مملوکات ۵۔ روپے کے سکّے ۶۔ روپے کے تحفظات [securities] ۷۔ پاکستان میں ادا کیے جاسکنے والی قابلِ استعمال تبادلاتی / پرامسری [Promissory] نوٹ کی رسیدیں ۸۔ [پرامسری] اقرار یہ نوٹ جو کہ بنک نے طے شدہ قانون کے تحت ایڈوانس اور قرضوں کے ضمن میں حاصل کیے ہوں۔

سرکاری ضمانت اگر صفر شرح پر نہ ہو تو معیشت سودی رہے گی:

معیشت کو سود سے پاک کرنے اور قرضوں پر مبنی معیشت کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سرکاری ضمانت Govt security کو صفر کی شرح سود سے جاری کرے (یعنی حکومتی پرامسری نوٹوں کو صفر کی شرح سے تبدیل کیا جائے)۔ چناں چہ اس طرح حکومت کو خدمات کے ضمن میں ادا کی جانے والی قیمت اور SBP کی resultant income سے چھٹکارا مل جائے گا جو کہ مکمل طور پر ایک حکومتی ادارہ ہوگا جس کا کام پیسہ کمانا نہیں بلکہ وفاقی حکومت کے نمائندہ کے طور پر ملک کے مالیاتی نظام کی دیکھ بھال کرنا ہوگا۔

ساحل مارچ ۲۰۰۶ء

قرضہ پر قائم معیشت سودی ہوگی:

[ایک دفعہ جب ''قرضہ'' کا عنصر معیشت سے نکل جائے گا تو معیشت کے غیر سودی ہونے کے امکانات روشن ہوں گے۔ظاہر ہے قرضے دیے جائیں گے لیکن یہ نظام رسد دو طریقوں پر منحصر ہوگا۔جن میں سے ایک Non- debt based نظام اور دوسرا Debt-based نظام ہوگا۔رقم جاری کرنے کا پہلا طریقہ ریاست کے ذریعے انجام پائے گا جبکہ دوسرا طریقہ بنکوں کے ذریعے انجام پائے گا۔اس خوف کو کم کرنے کے لیے کہ بغیر کسی وصولی قیمت کے رقم کی تخلیق کے عمل سے حکومت کے اخراجات میں بے تحاشہ اضافہ ہو جائے گا جس سے شدید افراط زر پیدا ہونے کا خطرہ ہوگا،اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے ایسا کیا جاسکتا ہے کہ معیشت کو فراہم کی جانے والی کل رقم کی سالانہ بنیادوں پر ایک قومی قرضہ جاتی مشاورتی کونسل National Credit Consultative Council (NCCC) نگہبانی کرے جس کی سربراہی اسٹیٹ بینک کے گورنر کے ہاتھ میں ہو۔

قرضوں سے آزاد معیشت:

اسٹیٹ بینک کی طرف سے فراہم کی جانے والی رقم کے پھیلاؤ اور سکڑاؤ کے عمل کو طے شدہ اہداف اور منظم طریقے سے جاری رکھا جائے]اور اس میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ وہ رقم جو حکومت فراہم کرے اس کا ایک حصہ سود سے پاک رہے جو کہ قرضوں سے آزاد معیشت کی طرف پہلا قدم ہوگا اور وقت کے ساتھ ساتھ سود سے پاک معیشت کی طرف لے جائے گا جو کہ کم از کم حکومتی ڈھانچے کو سود سے پاک بنا سکے گا یہ نظام غربت کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کرے گا جس نے قرضوں پر مبنی معیشت کے ذریعے پاکستانی عوام کو غربت کے اندھیروں میں دھکیل دیا ہے۔

لنکن غیر قرضہ جاتی یعنی غیر سودی معیشت کا قائل تھا:

یہ قسمت کا کھیل ہے کہ امریکہ کے صدر ابراہام لنکن نے ''سول وار'' کے بعد ایک غیر قرضہ جاتی دولت (non-debt money) کی تخلیق کی حمایت میں دلائل دیے تھے۔لنکن کا خیال تھا کہ سونے اور چاندی کے ذخائر میں کمی کی وجہ سے تبادلے کے لیے حکومت کو دوسرے ذرائع پر انحصار کی ضرورت ہے تا کہ حکومت کو بنکوں کی ''عیارانہ کرنسی'' سے محفوظ رکھا جاسکے۔اس کا کہنا تھا کہ دولت کی رسد نہ صرف حکومت کی اہم ترین ضرورت ہے بلکہ یہ اہم ترین تخلیقی کام ہے اس حوالے سے ۱۸۶۵ء میں لنکن نے کہا تھا۔

> "Money is the creature of law, and the creation of original issue of money should be maintained as the exclusive monopoly of national governement. Money possesses no value to the state other than that given to it by circulation.

ساحل مارچ ۲۰۰۶ء

No duty is more imperative for the government than the duty it owes the people to furnish them with a sound and uniform currency, and of regulating the circulation of the medium of exchange so that labour will be protected from a vicious currency, and commerce will be facilitated by cheap and safe exchanges".

''دولت قانون کی خالق ہے اور حقیقی دولت کو تخلیق کرنے کا عمل کلی اجارہ داری کے ساتھ قومی حکومت کے ہاتھ میں ہونا چاہیے۔حکومت کے لیے رقم کی اس کے سوا کوئی حیثیت نہیں ہے کہ وہ تقسیم کے عمل کے ذریعے حکومت کے پاس آئے۔

حکومت کے لیے اس زیادہ اہم ذمہ داری کوئی نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو خالص اور محفوظ رقم فراہم کرے اور دولت کی تقسیم کے عمل کو منظم کرے تاکہ مزدوروں کو عیارانہ دولت Vicious Currency سے محفوظ رکھا جاسکے اور رقم کا سستا اور صاف تبادلہ ممکن ہوسکے۔ان اصولوں کی بنیاد پر قرضوں کی سودی معیشت سے چھٹکارا پانا ممکن تھا لہٰذا اسے قتل کردیا گیا۔

کاغذی نوٹوں کا اجراء:اہم مسئلہ

موجودہ دور میں سونے اور چاندی کے ذخائر کے بدلے سکوں اور کاغذی نوٹ جاری کرنے کا عمل، ان اشیاء کی اندرونی قدر یا ضرورت کے وقت کاغذی نوٹوں اور سکوں کو کسی بھی وقت تبدیل کرنے کی صلاحیت کی وجہ سے یہ عمل بالکل نامناسب ہے۔اس حوالے سے کرنسی نوٹوں کے جاری کرنے کے عمل کے لیے کچھ دوسری بنیادیں تلاش کرنی ہوں گی۔کاغذی نوٹ کی اہمیت میں تبدیلی کو روکنے کے لیے سکوں کے تبادلے کے کچھ دوسرے ذرائع تیار کرنے ہوں گے۔

حکومت کو بہتر معیار زندگی کی تلاش میں سرگرداں لوگوں کی دن بدن بڑھتی ہوئی تعداد اور ان کے مطالبات وضروریات کو پورا کرنے کے قابل ہونا چاہیے۔حکومت کو قومی قرضوں اور کرنسی National Debt and Currency کو استعمال کرتے ہوئے قومی بینکاری نظام کے ذریعے یہ کام سرانجام دینا چاہیے۔

حکومت تبادلہ کے ذرائع کی گردش کے عمل کو جاری بھی کرسکتی ہے اور اس کی پشت پناہی بھی کرسکتی ہے۔اس عمل کی تنظیم کاری اور جاری کرنے کے عمل میں بہتات سے بچنے کے لیے گردشی نوٹوں سے رقم نکالی جاسکتی ہے اس کو محصولات taxation re-deposit اور دوسروں ذرائع کے ذریعے انجام دیا جاسکتا ہے۔حکومت کے پاس قوم کی رقم اور قرضوں کو منظم کرنے کی طاقت ہوتی ہے۔

حکومت کو قومی قرضوں،رقوم اور بینکوں میں جمع شدہ رقوم کی پشت پر ہونا چاہیے۔بینکوں کے دیوالیہ

ہونے، کرنسی کی قدر کم ہونے کا نقصان کسی فرد کو نہیں ہونا چاہیے۔
حکومت کے پاس رقم اور قرضوں کو تخلیق کرنے کی طاقت ہوتی ہے، اسی کے ساتھ حکومت کے پاس اس بات کے بھی حقوق ہیں کہ وہ رقم اور قرضوں کو کسی بھی وقت گردش سے نکال لے۔ یہ کام حکومت محصولات (taxation) اور دوسرے طریقوں سے انجام دے سکتی ہے اور حکومت کو اس بات کی ضرورت نہیں ہوگی اور نہ ہونی چاہیے کہ وہ اپنے حکومتی افعال انجام دینے کے لیے سود پر سرمایہ حاصل کرے۔ حکومت کو رقم اور قرضوں کو تخلیق، جاری کرنے اور گردش میں لانے کا عمل حکومت کے خرچ کرنے کی صلاحیت اور خریدار کی قوت خرید کے مطابق ہونا چاہیے۔ رقم کو تخلیق اور جاری کرنے کا حق نہ صرف حکومت کا اہم ترین استحقاق ہے بلکہ یہ حکومت کے لیے سب سے بڑا تخلیقی موقع ہے۔ (Quoted in Rowbothan 2002)

لنکن کی غیر سودی حکمت عملی قتل کا سبب بنی:

یہ بات قابل توجہ ہے کہ لنکن نے Vicious Currency اور حقیقی دولت کے بارے میں جو بیان سول وار کے خاتمے سے کچھ قبل ۱۸۶۵ء کی مالیاتی پالیسی کے موقع پر جاری کیا تھا اس کے چند ہفتوں کے دوران ہی وہ قتل کر دیا گیا۔ اس دستاویز کی تاریخ اشاعت اور اس کا پورا دور اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ لنکن کا ارادہ اپنی مالیاتی حکمت عملی کو آگے بڑھانے کا تھا اور اس کو وہ جنگ کے بعد نافذ العمل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ لنکن کے قتل کی وجوہات کا فیصلہ آج تک نہیں ہو سکا اور اسے مخبوط الحواس انتہا پسندوں کی کارروائی قرار دیا جاتا ہے۔ مگر اس کے باوجود یہ بات شدت سے محسوس کی جاتی ہے کہ لنکن کی موت کا تعلق اس مالیاتی پالیسی سے تھا جو وہ پیش کرنے والا تھا۔ اگر یہ پالیسی موثر انداز میں نافذ ہو جاتی تو یہ حکمت عملی پہلے امریکہ اور پھر پوری سرمایہ دارانہ دنیا میں بینکاری اور سرمائے [Capital] کی طاقت کے لیے ایک خطرہ بن جاتی۔ ایک دفعہ اگر حکومت بغیر قرضے کے قومی مالیاتی ضرورت پورا کرتی نظر آتی تو دوسرے لازمی طور پر اس کی تقلید کرتے۔ وہ طاقت اور منافع جو قومی قرضوں اور نجی صنعتی قرضوں کی صورت میں دنیا کی سب سے طاقت ور طبقہ کے پاس جاتے تو نتیجتاً بینک اور دوسرے مالیاتی ادارے جلد ہی ختم ہو جاتے۔ معیشت کو سود سے پاک کرنے اور قرضوں کی معیشت سے چھٹکارے کے لیے یہ مناسب طریق ہوتا۔

پاکستان میں اسلامی بینکاری کی تحریک:

نو آبادیاتی نظام کے بعد کے دور میں شروع کیے جانے والا اسلامی بینکاری کے نظام کو اسلامی معیشت کی تعمیر سے تعبیر نہیں کیا جاتا ہے۔ پہلا اسلامی بینک ''ناصر سوشل بینک'' تھا جو مصر کے صدر جمال عبدالناصر نے مصر کی اسلامی تحریک ''اخوان المسلمون'' کے اثرات کو کم کرنے کے لیے قائم کیا تھا۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں سعودی حکومت نے ان ہی مقاصد کے تحت اسلامی مالیاتی اور معاشی تحریک کی سرپرستی کی تھی۔ شہزادہ محمد الفصیل جو کہ سب سے بڑے اسلامی مالیاتی گروپ ''دار المال'' کے مالک تھے کافی عرصے تک خلیج کی اسلامی تحریکوں کے مخالف رہے تھے۔

اسلامی معیشت اور سرمایہ دارانہ معیشت کے اہداف یکساں کیوں؟

اسلامی بینکاری کا نظریاتی ڈھانچہ اسلامی معیشت دانوں نے تعمیر کیا۔[یہ نظریہ بھی نظر ثانی کا محتاج ہے۔ساحل کے اسی شمارے میں ایک مضمون یہ راز بے نقاب کرتا ہے کہ بلاسود بینکاری کے اصول وضوابط اور اجتہادات ہارورڈ کے مغربی ماہرین کے ذریعے عمل میں لائے گئے ہیں۔اسلامی معیشت دانوں کی اصل کوشش سرمایہ دارانہ نظام کے اداروں اوران کی اخلاقیات کو جائز قرار دینا تھا۔

اسلامی معیشت دانوں نے ''نئے کلاسیکی'' Neo- classical تصور کے اندر رہ کر کام کیا۔اس نظام کے تحت خریدار(پیداکاراور پالیسی بنانے والے) کا مقصد نفع میں اضافہ کرنا تھا۔ان کے لیے اس کے نفع یا فائدے کے کردار کی تعریف کوئی مسئلہ نہیں تھا۔معیشت کے اس تصور کا بنیادی مقصد ہر حالت میں نفع کمانا تھا اس نفع میں مستقل اضافہ۔

نفع کی بڑھوتری کے عمل میں آنے والی رکاوٹوں کو اسلامی معاشیات دان غیر معمولی طریقے سے اسلامی قرار دیتے ہیں۔اس کے ساتھ ہی یہ ماہرین معیشت اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ مستقبل میں سود کا خاتمہ، زکوٰۃ کے نظام کا تعارف،بہتر پیداوار اور بڑھوتری کے عمل کا سبب ہوگا۔وہ اسلامی پابندیاں جن سے مختصر المدتی منافع کی بڑھوتری میں رکاوٹ محسوس ہورہی ہے وہ طویل المدتی منافع میں بڑھوتری کے لیے''فضا'' سازگار کرے گی۔اسلامی معاشیات دانوں کے خیال میں افادیت پسندی اور مختصر المدت رکاوٹیں جلد ہی ختم ہوکر مستقبل میں زیادفائدہ مند ثابت ہوں گی۔

اسلامی معیشت دان اور سرمایہ داری پرتنقید:

اسلامی معیشت دانوں اور سودی دھارے کے معیشت دانوں کے درمیان ہم آہنگی ،سرمایہ دارانہ نظام کی اخلاقیات، لالچ یا دولت کے حصول کے لیے ذوق،شوق،مسابقت، مادی ترقی کی بنیادی اہمیت ہے، لامذہبی مساوات کو اسلامی معیشت دان سند تصدیق عطا کرتے ہیں۔اس صورت حال میں اسلام ایک علیحدہ تہذیب کے بجائے سرمایہ دارانہ نظام کے اصلاحی ذریعہ کے طور پر سامنے آتا ہے۔سرمایہ دارانہ نظام پر اس کے مقاصد کی وجہ سے تنقید نہیں کی جاتی بلکہ اس پر تنقید ان مقاصد کے حصول میں ناکامی کی وجہ سے کی جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ نظام اپنے مختلف مقاصد کے درمیان توازن قائم کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اس طرح سرمایہ داری کو چیلنج نہیں کیا جاتا بلکہ سرمایہ دارانہ نظام کو ایک فطری حقیقی اور عالمگیر نظام تسلیم کرلیا جاتا ہے اور چند جزوی ترامیم کے ذریعے اس کی اسلام کاری کی کوشش کی جاتی ہے۔ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی سے لے کر مفتی تقی عثمانی تک معیشت کو اسلامی بنانے کی تمام کوشش سرمایہ دارانہ نظام کو اسلامی پیرہن عطا کرنے کے سوا کچھ نہیں ہیں۔بلاسود بینکاری والے پرکشش منافع کی پیشکش سے کاروبار بڑھاتے ہیں اور تمام اسلامی معیشت دان صرف یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ اگر ان کے طریقے کار کو اختیار کیا جائے تو سرمایہ دارانہ نظام لوگوں کے لیے زیادہ سے زیادہ منافع بخش ہوگا۔

ساحل مارچ ۲۰۰۶ء

اسلامی معاشیات کہاں نمو پا سکی؟

اسلامی معاشیات کی حمایت کے مقاصد:

اسلامی معاشیات ان مسلم ممالک میں زیادہ پھلی پھولی ہے جنھوں نے اسلامی تحریکوں کی سماجی، سیاسی ترغیب کو کم کرنے کے لیے مغربی اور سودی مالیاتی ذرائع کو اسلامی حوالے سے جائز قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

خاص طور پر ان ممالک میں ملائیشیا، خلیجی ریاستیں، پاکستان (اور کسی حد تک) برونائی اور بنگلہ دیش شامل ہے۔ تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان، کرغیزستان، ترکی، مراکش، تیونس، مصر، اردن اور لبنان میں اسلامی مالیاتی نظام کے پھلنے پھولنے کی توقع ہے۔ اسلامی معاشیات کے پھلنے پھولنے کی رفتار کا زیادہ تر انحصار اس کو ملنے والی سیاسی حمایت پر ہے۔ (اگرچہ یہ چھوٹے پیمانے پر اسلامی بینکاری اور بین الاقوامی طور پر اسلامی مالیاتی منصوبوں کے لیے ضروری نہیں ہے) ان ممالک کی حکومتیں اسلامی مالیات کو بنیاد پرست تحریکوں کی راہ میں رکاوٹ کے لیے استعمال کرتی ہیں، ان ممالک میں اسلامی مالیات کی سیاسی پشت پناہی بڑھنے کی توقع ہے۔ سوائے ایران کے جہاں معیشت کو آزاد کیا جا رہا ہے۔ یہ آزادی بھی مغربی معاشی آدرشوں کو بروئے کار لانے میں مرکزی کردار ادا کرسکتی ہے کیونکہ آزاد معیشت قید و بند سے آزاد ہو جاتی ہے اور اس کی سمت متعین کرنا ممکن نہیں رہتا۔ بین الاقوامی سرکاری قرضوں میں اضافہ کی وجہ سے مالیاتی لین دین کی نوعیت اور طریقہ کار میں ترمیم کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔:

الجزائر میں بنیاد پرستوں کی شکست کے بعد اس علاقے میں اسلامی مالیات کے پھلنے پھولنے کی توقع ہے جو کہ ایک اصلاح پسند حکومت کے حوالے سے ہوگی۔

ضیاء الحق نے اسلامی معیشت کی حمایت کیوں کی؟

پاکستانی معیشت دان ۱۹۷۷ء میں نظام مصطفیٰ تحریک کے دوران بنیاد پرستوں کی غیر معمولی مقبولیت سے پریشان ہو گئے تھے۔ لہٰذا ضیاء الحق نے اسلامی تحریکوں کے اثرات کو محدود کرنے کے لیے بنکاری نظام کی اسلام کاری کی کوششیں شروع کیں۔ ستمبر ۱۹۷۷ء میں انھوں نے پاکستان میں اسلامی بنکاری نظام کے تعارف کے لیے تین سالہ مدت مقرر کی اور اس مقصد کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل کو لائحہ عمل تیار کرنے کا حکم دیا۔

نظریاتی کونسل کی رپورٹ کی اصل خامی:

اس کونسل نے مختلف ماہرین معیشت اور بنکاروں کو ملازمت دی اور فروری ۱۹۸۰ء میں ایک رپورٹ پیش کی اس رپورٹ کی بنیاد پر اسلامی نظریاتی کونسل نے جون ۱۹۸۰ء میں معیشت کو سود سے پاک کرنے کے حوالے سے جامع تجاویز تیار کیں۔ اس رپورٹ میں اسلام میں ''ربا'' کی نوعیت اور اس پر پابندی کے فوائد پر بحث کی گئی۔ اور نفع نقصان کی بنیاد پر شراکت داری اور ایسے دوسرے طریقہ کار بتائے گئے جس کے ذریعے معیشت کو سود سے پاک کیا جا سکتا ہے۔ رپورٹ میں ملک میں موجود بنکوں اور مالیاتی اداروں کی رہنمائی اور تجاویز فراہم کی

گئیں تھیں جن کے ذریعے،اداروں کے مخصوص مالیاتی افعال کو سود سے پاک کیا جاسکتا ہے۔اس رپورٹ کا اصل محور حکومتی لین دین کوسود سے پاک کرنا تھا۔

کونسل نے قرضوں پر مبنی دولت کے خاتمے کی ضرورت پر کسی قسم کی رائے زنی نہیں کی۔ بنکاری نظام کے جائزے میں کونسل نے debt based money creation قرضوں پر مبنید ولت کی تخلیق کے عمل کے حوالے سے نہ تو کوئی جائزہ لیا نہ ہی کوئی متبادل پیش نہیں کیا۔یہی اس رپورٹ کی اس خامی ہے۔

ریاست خود ریاست کو قرض کیوں دے؟

مسئلے کا حل بہت آسان ہے:

اگرچہ اسٹیٹ بنک آف پاکستان [SBP] کے حوالے سے جہاں تک حکومتی لین دین کا تعلق ہے کونسل نے ایک تجویز پیش کی کہ ad-hoc treasury bill جو کہ حکومت پاکستان [SBP] کو جاری کرتی ہے وہ سود سے پاک بنیادوں پر جاری کیے جائیں۔اسی طرح سے SBP کی طرف سے وفاقی اور صوبائی حکومت کو پیشگی دی جانے والی رقم پر SBP سود وصول نہیں کرے گا۔اس بات میں اس عمل کے مجہول پن کوملحوظ نہیں رکھا گیا ہے کہ SBP جو کہ خود حکومت کی ایک ایجنسی ہے اور کلی طور پر حکومت کی ملکیت ہے وہ اپنے مالک کو ایک ایسے کاغذ کی بنیاد پر قرض دے رہا ہے جو کہ خود مالک نے جاری کیا ہے۔

اس طویل اذیت ناک طریقہ کار کے بجائے حکومت سیدھے سادھے طریقے سے debt Free curency جاری کردے جو کہ اس کا اختیار کلی ہے۔

نظریاتی کونسل نے ماڈل بینکوں کی شدید مخالفت کی تھی:

رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ سود کا حقیقی متبادل نفع ونقصان میں شراکت داری اور قرض حسنہ ہے مگر اس کے علاوہ دوسرے طریقہ مثلاً Hire-purchase leasing،بیع معجّل، investment auctioning،عام شرح منافع کے لحاظ سے سرمایہ کاری کو بھی عبوری مدت کے لیے متعارف کروایا جاسکتا ہے۔رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا کہ سود کا خاتمہ اسلامی اقدار وروایات کے اور برائیوں کے خاتمے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔رپورٹ میں یہ بھی تجویز دی گئی کہ سود سے پاک بنکاری کے نظام کو متعارف کروانے کے لیے ٹیکس کے نظام کے جامع جائزے اور موجودہ شماریاتی تنقیح auditing کے نظام کا جائزہ ضروری ہے۔آخر میں رپورٹ نے ملک میں کسی بھی ماڈل بینک کے قیام کی شدید مخالفت کرتے ہوئے پورے سودی نظام کو گاہے بگاہے غیر سودی اسلامی بنکاری کے نظام میں ڈھالنے کی ضرورت پر زور دیا۔

سرکاری اداروں کی اسلام کاری:

انوسٹمنٹ کارپوریشن آف پاکستان،نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ اور،ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے کام کو جولائی ۱۹۷۹ء میں اسلامی خطوط پر دوبارہ منظّم کیا گیا۔ بعد ازاں یکم جنوری ۱۹۸۱ء میں نفع ونقصان والے بچت کھاتے متعارف کروائے گئے۔اس مقصد کے لیے تجارتی بنکوں کے دفاتر میں غیر سودی کاؤنٹر کھول

دیے گئے۔اور یہ اعلان کیا گیا کہ ان کھاتوں کی رقم بنک کے سودی معاملات میں استعمال نہیں کی جائے گی۔غیر سودی کھاتوں کو بالکل علیحدہ سے چلایا جائے گا۔اس رقم کو سود سے پاک سرمایہ کاری میں استعمال کیا جائے گا جس میں

۱) صوبائی اور وفاقی حکومت کے غذائی اجناس اور ملکیت کے افعال میں سرمایہ کاری

۲) letter of credit کے ضمن میں برآمدات کے بلوں کی ادائیگی اور اندرون ملک Bill پر سرمایہ کاری۔

۳) Trading Corporation of ،Rice Export Corporation of Pakistan Pakistan اور Cotton Export Corporation of Pakistan میں سرمایہ کاری۔

۴) Letter of Credit کے ضمن میں جاری کردہ درآمدی بلوں میں سرمایہ کاری۔

۵) نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ یونٹ، معیادی سرمایہ کاری (term certificate) انوسٹمنٹ کارپوریشن آف پاکستان، بنکرز اکویٹی لمیٹڈ میں شمولیت اور ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کو مالی امداد۔

اگست ۱۹۸۱ء میں تجارتی بنکوں کو ڈیڑھ لاکھ سے تین لاکھ تک کی رقم ہاؤس بلڈنگ کو جاری کرنے کی اجازت دے دی گئی یہ اجازت کرائے میں حصہ داری کی بنیاد پر دی گئی۔۱۹۸۰ء کے دوران قومیائے جانے والے تجارتی بنکوں نے term certificate arrangement کے تحت مالیاتی کنسورشیم قائم کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔مقامی کرنسی کے قلیل المدتی اور اوسط مدتی قرضہ جات میں سرمایہ کاری کے لیے ڈی بینچر debenture کے بجائے (Particepation Term Certificate (PTC متعارف کروائے گئے۔اس مالیاتی اوزار کے ذریعے سرمایہ کاری کی مدت میں دس سال کا اضافہ ہوگیا جس میں کسی بھی کمپنی کو دی جانے والی حفاظتی اضافی مدت شامل نہیں تھی۔PTC کو کبھی بھی ختم نہیں کیا گیا مگر وہ غیر محسوس طریقے سے مارکیٹ سے غائب ہوگئی ہے۔

چھوٹی صنعتوں کو مالی امداد فراہم کرنے کے لیے اسمال بزنس فنانس کارپوریشن قائم کی گئی جو کہ چھوٹی صنعتوں، ورکشاپ اور چھوٹے تاجرین کو نفع ونقصان اور hire purchase نظام کی بنیاد پر قرضہ فراہم کرتے تھے۔hire purchase نظام کے تحت کارپوریشن آلات مہیا کرتی تھی اور اس کو ۴۰ فی صد یکمشت ادائیگی پر پٹے lease پر دیا جاتا تھا۔پٹہ دار طے شدہ مدت اور قسطوں کی مکمل ادائیگی کے بعد اس چیز کا مالک بن جاتا تھا۔اس درمیانی مدت کے دوران پٹے دار، پٹے کی فیس کارپوریشن کو ادا کرتا تھا۔ہاؤس بلڈنگ کارپوریشن کے تحت غیر سودی اسکیم سے پندرہ سال کے عرصے میں رقم وصول ہوئی۔

مارک اپ کے نام پر سودی بینکاری:

۱۹۸۵ء تک تقریباً تمام تجارتی بینک مکمل طور پر PLS بنکاری کی طرف منتقل ہوگئے تھے جس میں mark up نظام کو استعمال کیا جاتا تھا۔اس نظام کو غیر سودی قرار دینے کے لیے یہ بہانہ بنایا گیا کہ مالیاتی

ادارہ یا بنک ،خریدار کی جانب سے ایک ملکیت قرضوں کی ایک مخصوص مدت کے لحاظ سے خریدتا ہے قرضے کی دوبارہ ادائیگی میں بنک کا سود بھی شامل ہوتا ہے جس کو اس ملکیت کی وہ قیمت قرار دیا جاتا ہے جو کہ بنک نے قرضے کی مدت کی طوالت میں ادا کی ہے مارک اپ یا نفع اور سود کے درمیان یہ فرق محض بناوٹی ہے۔ اصلاً یہ سود ہی ہے صرف نام بدل دیے گئے تاکہ حکومتی کوششوں کو اسلامی کیا جا سکے۔

وفاقی شرعی عدالت نے معاشی نظام کو سودی قرار دیا:

۱۹۹۱ء میں وفاقی شرعی عدالت نے اس بات کی تصدیق کی کہ ملک کے مالیاتی نظام کو غیر سودی نظام میں تبدیل نہیں کیا گیا ہے اور موجودہ نظام مکمل طور پر سودی لین دین پر مبنی ہے۔

۱۹۹۹ء میں عدالت عظمیٰ [سپریم کورٹ] نے حکم جاری کیا کہ حکومت ۲۰۰۱ء کے وسط تک ملک میں مکمل غیر سودی نظام نافذ کرے۔ اس ضمن میں نئے نظام کو وضع کرنے کے لیے اسٹیٹ بینک اور وزارت خزانہ کے اشتراک سے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی اس کمیٹی کا بنیادی محور فکر یہ تھا کہ ایسا نیا مالیاتی نظام بنایا جائے جو پاکستان کے بین الاقوامی مالیاتی معاہدوں کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو۔

وفاقی شرعی عدالت کا معکوس سفر:

اسلامی نظریاتی کونسل کی پابندی ختم کر دی گئی:

۲۰۰۲ء میں کمیٹی کا کام نامکمل ثابت ہوا اور وفاقی شرعی عدالت نے اسلامی بنکاری کے نظام کی طرف منتقلی کا اپنا پہلا حکم واپس لے لیا۔ ڈاکٹر عشرت حسین نے اسلامی نظریاتی کونسل کی ۱۹۸۰ء میں نافذ کی گئی اس پابندی کو اٹھا لیا جس کے مطابق سرمایہ دارانہ نظام میں اسلامی بنک قائم نہیں کیے جا سکتے۔ انھوں نے دہرے بنکاری نظام کی بنیاد ڈالی جس کے ذریعے بنک بین الاقوامی اور ریاستی مالیاتی لین دین کا عمل ہمیشہ کے لیے غیر اسلامی ہو گیا جبکہ نجی اسلامی بنکوں کا قیام ممکن ہوا۔ اس نظام کے تحت غیر اسلامی سودی بنکوں میں اسلامی کاؤنٹر بھی قائم کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ واحد اسلامی بینک جو جون ۲۰۰۳ء میں قائم کیا گیا وہ میزان بنک تھا جو کہ خلیج میں کام کرنے والے اسلامی بنکوں کی مثال سے قائم کیا گیا جو انتہائی راز داری سے مارکیٹ میں کام کرنے والے دوسرے مالیاتی اداروں کی نسبت زیادہ اور طے شدہ منافع ادا کرتا ہے۔ خیبر بینک نے اسلامی بنک کھولنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا مگر ۲۰۰۳ء تک اسٹیٹ بینک کی طرف سے اجازت نہ ملنے کی وجہ سے یہ منصوبہ روبہ عمل نہ ہو سکا۔ میزان بینک کے مشیر حضرت مفتی تقی عثمانی اعتراف کر چکے ہیں کہ اسلامی بینکاری میں اور سودی بینکاری میں کوئی فرق نہیں اس کی بہت سی وجوہات میں سے ایک وجہ اس کو ریاستی سرپرستی حاصل نہ ہونا ہے لیکن اس کے باوجود مفتی صاحب کا اصرار ہے کہ رفتہ رفتہ یہ بینکاری اسلامی

ہو جائے گی، چھاچھ میں سے مکھن کیسے نکالا جاسکتا ہے؟ اس سوال کا جواب مفتی تقی عثمانی صاحب اپنے اخلاص اور تدین کے باوجود نہیں دے سکتے کیوں کہ وہ مغربی فکر و فلسفے سے قطعاً ناواقف ہیں۔ مغربی فنون مغربی علوم سے نکلے ہیں وہ مغربی علوم کی مابعد الطبیعیات، کونیات، علمیات سے قطعاً ناواقف ہیں لہٰذا ان کا اجتہاد نہایت مخلصانہ ہے لیکن صرف اخلاص سے نظام نہیں بدلا جاسکتا کفر کی حقیقت سے واقفیت کے بغیر کفر کو اسلام کی سند عطا کرنا بڑی جسارت کی بات ہے۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ وہ شخص دین کی کڑیاں بکھیر دے گا جو جاہلیت سے واقف نہ ہو اس لیے جاہلیت جدیدہ یعنی مغربی فکر و فلسفے اس کی مابعد الطبعیات کونیات علمیات وجودیات سے واقفیت کے بغیر اس کے بطن سے نکلنے والے فنون سائنس اور سوشل سائنسز کی اسلام کاری محال ہے سورہ فاتحہ میں واضح طور پر فرمایا گیا کہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ o غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ مغضوب اور ضالین کے راستے سے بچنے کے لیے ان کے فلسفے سے واقفیت بھی ضروری ہے صرف انعام پانے والوں کا راستہ جاننا کافی نہیں مغضوب و ضالین کے راستے سے واقف ہونا اور بچنا بھی ضروری ہے۔ حکومت نے سودی نظام کے ساتھ ساتھ بے شمار بینکوں کو اسلامی بینکاری کے کاروبار کی اجازت دے دی ہے تاکہ تمام سرمایے کو سودی نظام میں شامل کیا جاسکے۔ اس تمام صورت حال میں پاکستان میں مالیاتی نظام کی اسلام کاری کا مستقبل مخدوش نظر آتا ہے۔ کیونکہ ریاست زری، مالیاتی پالیسی کو سود سے الگ کرنے میں سنجیدہ نہیں ہے۔ اس سے بھی زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ اسلامی اقتصادی ماہرین میں سے کسی ایک کو بھی ان مباحث و معاملات پر کامل عبور حاصل نہیں ہے۔ یہ ماہرین مغربی فکر و فلسفے کی حقیقت ماہیت اصلیت حیثیت سے ناواقف ہیں۔ یہ مغربی معیشت کو Value Nuetral سمجھتے ہیں جب کہ مغرب کے تمام فنون [ہمارے علماء مغرب کی سائنس و سوشل سائنس کو علوم کہتے ہیں جب کہ یہ اسلامی اصطلاح میں فنون ہیں اور فنون ہمیشہ علوم سے نکلتے یا ہم انھیں علوم عقلیہ بھی کہہ سکتے ہیں لیکن ان کا ماخذ اسلام میں علوم نقلیہ یعنی قرآن و سنت اور مغرب میں صرف حواس و عقل ہیں مغرب میں صرف عقل ہی ماخذ علم ہے۔ اس کے سوا خدا، پیغمبر، کتاب، وغیرہ ماخذ علم نہیں یہ محض اساطیر الاولین ہیں جنھیں حواس عقل محسوسات تجربات کے ذریعے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔] مغرب کی سوشل سائنسز اور معاشیات مغربی علوم سے نکلے ہیں ان کے یہاں علوم نقلی نہیں عقلی ہیں اور عقل ہی خیر و شر کا واحد پیمانہ ہے لہٰذا ان کے علوم عقلی سے نکلے ہوئے فنون محض عقلی ہیں جو سراسر شر ہیں ان میں خیر تلاش کرنا مغرب کی مابعد الطبعیات کونیات علمیات وجودیات سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے۔